نقد و بحث

مولانا محمد حسین کلیم

مغربی جمہوریت

پاکستان کے مسلمان شہری کیا چاہتے ہیں۔ اسلام یا جمہوریت؟

"اسلام" اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ کا بھیجا ہوا نظام ہے۔ اس میں ہر اس شعبۂ زندگی کے لیے ہدایات موجود ہیں جو ایک مسلم کو پیدائش سے لے کر وفات تک پیش آسکتا ہے۔ اس کا اپنا معاشی نظام بھی ہے اور اقتصادی بھی، سیاسی نظام بھی ہے اور معاشرتی بھی۔ غرضیکہ اسلام ایک مکمل نظامِ حیات ہے یہی وجہ ہے کہ جب پاکستان میں "سوشلزم ہماری معیشت" کا نعرہ لگایا گیا تو اس سرزمین میں علمائے کرام نے بالاتفاق واشگاف الفاظ میں سوشلزم کے کفر ہونے کا فتویٰ صادر فرمایا۔ یہ بالکل بجا تھا اور بروقت بھی۔

لیکن مجھے اس بات پر بہت حیرت ہے کہ ان علمائے کرام و زعمائے عظام نے "جمہوریت ہماری سیاست" پر کیوں نہ اعتراض فرمایا۔ نہ صرف یہ کہ اس پر اعتراض نہیں کیا بلکہ خود بھی "جمہوری تحریک" "جمہوری نمائندے" "فوجی حکومت" وغیرہ وغیرہ نعرے لگا رہے ہیں اور بیانات دے رہے ہیں کسی بھی مکتبِ فکر کے عالمِ دین نے جہاں تک میری معلومات ہیں اس کے خلاف آواز نہیں اٹھائی۔

میں ان لوگوں سے باادب ہو کر یہ پوچھنے کی جسارت کرتا ہوں کہ اگر سوشلزم کے معاشی نظریات کی اسلام میں پیوندکاری جائز نہیں تو کیا اسلامی سیاست میں جمہوریت کی پیوندکاری جائز ہے؟ اگر اسلام کا اپنا معاشی نظام ہے اور اسے مارکسی نظریات سے بھیک مانگنے کی قطعی ضرورت نہیں تو اسلام کا اپنا سیاسی نظام بھی ہے اسے یورپی طرزِ سیاست یعنی جمہوریت سے دریوزہ گری کی بالکل ضرورت نہیں۔ اور اسلام کا

سیاسی نظام ہے "خلافت"

اسلام کے دشمنوں نے مسلمانوں کے لیے بہت سارے شیطانی جال تیار کیے ہیں اور زندگی کے ہر شعبہ میں وہ جال پھیلا رکھے ہیں۔ تاکہ اگر ایک جگہ سے مسلمان بچ نکلنے میں کامیاب ہو جائے تو دوسری جگہ پھنس جائے۔ کہیں اقوامِ متحدہ ہے، کہیں عالمی ریڈ کراس، کہیں عالمی بہبود اطفال ہے تو کہیں عالمی عدالت۔[ع] غرضیکہ اتنے جال ہیں کہ کہیں نہ کہیں جا کر مسلمان جب تک نصرتِ الٰہی شاملِ حال نہ ہو کسی جال کا شکار ہو ہی جاتا ہے اور اپنے ان جالوں اور ماہرانہ چالوں کا شیطان نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے سامنے برملا اظہار کر بھی دیا تھا۔ قرآن پاک میں اللہ سبحانہ نے اس کے اسی چیلنج کو نقل فرمایا:

وَلَآتِيَنَّهُمْ مِّنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ أَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَائِلِهِمْ (الاعراف ۱۷)

"اور میں ضرور ضرور (انہیں بہکانے کیلئے) ان کے آگے سے آؤں گا ان کے پیچھے سے آؤں گا دائیں سے آؤں گا بائیں سے آؤں گا!"

تو جس طرح اس نے معاشیات میں سوشلزم کا جال ہر رنگ زمین بچھایا، اسی طرح سیاست میں جمہوریت کا پر فریب نعرہ لگایا۔ چنانچہ شیطان کامیاب رہا کہ سوشلزم کے خطرات سے قوم کو آگاہ کرنے والے علماء ونہ عمار جمہوریت کی شیطانی تدبیر کو نہ پا سکے اور اگر کوئی جانتا تھا تو اس نے اس کا اظہار نہ کیا اور اپنے فرائضِ منصبی میں کوتاہی برتی اور عالمِ دین کی یہ کوتاہی نہایت سنگین جرم ہے۔ حدیثِ پاک میں ہے:

"وفی کتاب السنۃ للآجری من طریق الولید بن مسلم عن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا احدث فی امتی البدع، وشتم اصحابی فلیظہر العالم علمہ، فمن لم یفعل فعلیہ لعنۃ اللہ والملائکۃ والناس اجمعین"۔ (کتاب الاعتصام للشاطبی ج ۱ ص ۸۵ طبعہ اولیٰ مطبع منار)

[ا] امام ابن الجوزی نے حتی المقدور کچھ شیطانی جال اپنی تلبیس ابلیس نامی کتاب میں ذکر کیے ہیں۔ آج نئی تلبیس ابلیس لکھنے کی ضرورت ہے جس میں سائنسی ترقی کے بعد شیطانی جالوں اور ماہرانہ چالوں کا تذکرہ ہو۔ کلیم

[ع] یہ سب ادارے یہودیوں کی سرپرستی میں ہیں۔

جمہوریت کا مطلب

جمہوریت (DEMOCRACY) عوامی حکومت کو کہتے ہیں یعنی وہ ریاست جس کا انتظام عوام کی رائے کے مطابق سرانجام پائے جسے عوام پسند کریں وہ درست اور جسے عوام ناپسند کریں وہ غلط ۔ اور جب کسی امر پر اختلاف ہو جائے تو کثرتِ رائے جدھر ہو گی وہی طے پاتا ہے اس کی وضاحت کے لیے میں ایک مثال پیش کرتا ہوں۔ تھوڑے دنوں کی بات ہے کہ یورپ کے ایک ملک میں عوام نے لواطت (مرد کا مرد سے برا کام کرنا) کی اجازت چاہی۔ لیکن حکومت کے نمائندوں نے اسے ناپسند کیا۔ مگر عوام کا مطالبہ شدت اختیار کر گیا چنانچہ اس برائی کے لئے کثرتِ رائے معلوم کی گئی کثرتِ رائے اسی طرف تھی کہ اس کی اجازت ہونی چاہیے۔ تو پارلیمنٹ اس مطالبہ کے سامنے جھک گئی اور یہ بات آئین میں داخل ہو گئی کہ مرد کو مرد سے نکاح حاصل کرنے کا حق حاصل ہے یہ ہے جمہوریت ۔ گویا جمہوریت میں ناجائز و جائز قرار دینے کا حق اکثریت کا ہے یہی وجہ ہے کہ جمہوری ملک میں جائز حکمران وہ ہے جسے اکثریت عوام نے منتخب کیا ہو اور جو حکمران اس طرح برسرِ اقتدار نہ آیا ہو وہ غاصب ہے چور ہے ۔ جمہوریت یہ ہے کہ کثرتِ رائے کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیا جائے ۔

جمہوریت اور اسلام

کثرتِ رائے کے سامنے جھک جانے کو دوسرے لفظوں میں آپ یوں ادا کر سکتے ہیں کہ حاکمِ اعلیٰ اکثریت ہے ۔ اکثریت کا کہنا حکم ہے۔ قانون ہے اس کی خلاف ورزی جرم ہے اور یہ بات اسلام سے سرتاسر متصادم ہے۔ کیونکہ اسلام کا کہنا یہ ہے کہ حاکمِ اعلیٰ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ہے۔ حکم اور قانون کا درجہ صرف ارشادِ باری تعالیٰ کو حاصل ہے اور باری تعالیٰ کے نمائندے انبیاء علیہم السلام ہیں۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ

نے قرآن پاک میں فرمایا :

إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلّٰهِ (الانعام : ۵۷ یوسف : ۴۰)

"حکم چلانے کا حق صرف اللہ تعالیٰ کا ہے"

اس لیے کہ وہ اس کائنات کا شہنشاہ ہے ۔ قرآن پاک میں ہے :

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۔ (المائدہ : ۱۷)

"اور آسمانوں اور زمین اور ان دونوں کے درمیان کی جگہ کا بادشاہ صرف اللہ تعالیٰ ہے"

اور زمین پر کسی ملک میں جب کسی کو اقتدار ملتا ہے تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا دیا ہوا ملتا ہے اللہ نے فرمایا :

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِي حَاجَّ إِبْرٰهِيمَ فِي رَبِّهِ أَنْ آتَاهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ (البقرۃ : ۲۵۸)

"کیا تم نے اس شخص کو نہیں دیکھا جو حضرت ابراہیمؑ سے ان کے رب کے بارے میں جھگڑا اس کے بعد کہ اللہ تعالیٰ نے اسے بادشاہی بخشی"

اور آلِ عمران سورت میں سبحانہ تعالیٰ نے فرمایا :

قُلِ اللّٰهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ

"کہہ دو اے اللہ ملک کے بادشاہ! تو جس کو چاہے بادشاہی دے اور جس سے بادشاہی چاہے چھین لے۔"

تو جب زمین و آسمان میں اس کی شہنشاہیت ہے اور اسی کی حکمرانی ہے تو بندوں کو یہی زیب دیتا ہے کہ اسی کو اپنا فیصل مانیں ۔ اللہ سبحانہ نے فرمایا :

يُرِيدُونَ أَنْ يَتَحَاكَمُوا إِلَى الطَّاغُوتِ وَقَدْ أُمِرُوا أَنْ يَكْفُرُوا بِهِ (النساء : ۶۰)

"وہ چاہتے ہیں کہ طاغوت کے پاس اپنے فیصلے لے کر جائیں حالانکہ انہیں یہ حکم دیا گیا کہ وہ اس (کو اپنا فیصل ماننے) سے انکار کر دیں ۔"

امام ابن کثیرؒ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں :

فانها ذامة لمن عدل عن الكتاب والسنة وتحاكم الى ما سواهما وهو المراد بالطاغوت هنا

"یہ آیت اس شخص کی مذمت کرتی ہے جو قرآن و سنت سے روگردانی کر کے کسی اور کے پاس اپنا فیصلہ لے کر جائے اور طاغوت سے مراد یہی فیصل ہے ۔"

تو جب کوئی شخص کتاب و سنت کو چھوڑ کر عوام کا فیصلہ پسند کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے حاکمِ اعلیٰ ہونے کا انکار کرتا ہے۔ اس کا حاکمِ اعلیٰ (SOVERIGN) وہی ہے جس کے پاس وہ اپنا فیصلہ لے کر گیا۔ ایسا شخص از روئے اسلام کافر ہے۔ اللہ سبحانہ نے فرمایا:

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ ۝

"اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی وحی کے مطابق فیصلہ نہیں کرتا وہ کافر ہیں۔" (المائدہ ۴۴)

اور اللہ سبحانہ نے فرمایا:

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا

"تمہارے رب کی قسم یہ لوگ ایماندار نہیں بن سکتے تاآنکہ تمہیں اپنے جھگڑوں کا فیصل نہ مان لیں پھر ان کے دلوں میں آپ کے فیصلہ پر کوئی گھٹن نہ ہو اور وہ آپ کا فیصلہ دل وجان سے تسلیم کر لیں۔"

اور انسان ایماندار جبھی بنے گا جب کہ وہ اپنے ہر معاملہ میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس فیصلہ لے کر جائے اور تمام معاملاتِ زندگی حدیثِ نبوی کے مطابق نمٹائے اور صرف یہی نہیں بلکہ جب حدیث مل جائے تو دل میں یہ کیفیت بالکل نہ ہو کہ حدیث تو سر آنکھوں پر لیکن اگر یوں ہوتا تو بہتر تھا۔

مندرجہ بالا آیات سے واضح ہو گیا کہ حاکمِ اعلیٰ (SOVERIGN) اللہ تعالیٰ ہے لیکن از روئے جمہوریت حاکمِ اعلیٰ عوام ہیں، اکثریت ہے۔ اب آپ خود فیصلہ فرمایئے کہ کیا اسلام میں جمہوریت ہو سکتی ہے؟ اور اسلامی جمہوریت کا نعرہ لگانا درست ہے؟

ان آیات نے واضح طور پر بتا دیا کہ جمہوریت شرک ہے جمہوریت میں سب سے اونچا مقام عوام کا ہے جب کہ اسلام میں سب سے اونچی ہستی اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہے۔ جمہوریت کی رو سے اگر سو میں سے اکاون کہیں کہ شراب کی اجازت ہونی چاہیئے تو اجازت ہو جائے گی لیکن از روئے اسلام اگر ساری دنیا کے لوگ اس بات پر متفق ہو جائیں کہ شراب حلال ہے، تو پھر بھی شراب حلال اور جائز نہ ہو گی۔ اس لئے کہ شہنشاہِ کائنات کا حکم ہے کہ یہ حرام ہے تو پھر اسلام اور جمہوریت کا کیا تعلق؟ مصر میں فرعون نے یہ نعرہ لگایا تھا کہ "أَنَا رَبُّكُمُ الْأَعْلٰى" "تمہارا سب سے بڑا رب میں ہوں، اور جمہوری نظام میں یہ کہا جاتا ہے کہ سب سے

عظیم طاقت عوام ہیں تو پھر فرعونیت اور جمہوریت میں فرق کیا رہا؟ وہاں بھی اللہ تعالیٰ کو سب سے عظیم قرار نہ دیا گیا اور یہاں بھی وہی ہوا۔ فرق صرف اتنا ہے کہ وہاں اللہ سبحانہٗ کا منصب فرد واحد کو دیا گیا اور یہاں وہ منصب تمام عوام کو تفویض کیا گیا۔

اسلام میں خلافت ہے

اسلام کا سیاسی نظام خلافت ہے یعنی اسلام کی یہ تعلیم ہے کہ اس تمام کائنات کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا وہی اس کائنات کا بلا شرکت غیرے شہنشاہ و فرمانروا ہے اس کائنات میں کوئی ایسی ہستی نہیں جو اس کے حکم کو معطل کر سکے۔ اللہ سبحانہٗ نے فرمایا:

وَاللّٰهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ (الرعد ۴۱)

"اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ فیصلہ فرماتا ہے کوئی بھی اس کے فیصلہ کو روک نہیں سکتا۔"

زمین پر اپنا حکم نافذ کرنے کے لیے اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ نے انسان کو تخلیق فرمایا اور اسے اپنا خلیفہ (نائب، نمائندہ) قرار دیا۔[1]

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّىْ جَاعِلٌ فِى الْاَرْضِ خَلِيْفَةً (البقرۃ ۳۰)

"اور جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا بے شک میں زمین پر اپنا نائب پیدا کرنے والا ہوں۔"

اس آیت نے بتلایا کہ انسان زمین پر اللہ تعالیٰ کا خلیفہ (نائب) ہے۔ یہ خود بھی احکام باری تعالیٰ پر چلے اور دوسروں کو بھی اس کے حکم کا پابند بنانے کی پوری کوشش کرے

---

[1] انسان یا کوئی دیگر مخلوق اللہ کا خلیفہ نہیں بن سکتی کیونکہ خلافت کے معنی نیابت اور قائم مقامی کے ہیں، اللہ تو نے اپنا اختیار کسی کو سونپا ہے اور نہ کسی کو قائم مقام بنایا ہے بلکہ صحیح حدیث کی رو سے تو اللہ تعالیٰ انسانوں کے خلیفہ ہیں۔ سفر کی مسنون دعا میں ہے۔ اللھم انت الصاحب فی السفر والخلیفۃ فی الاھل (اے اللہ تو سفر کا ساتھی ہے اور گھر والوں میں خلیفہ ہے) شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اسی موضوع پر اپنے طویل فتویٰ میں فرماتے ہیں "من اعتقد ان الانسان خلیفۃ اللہ فقد کفر" (جس نے انسان کے بارے میں خدا کا خلیفہ ہونے کا عقیدہ رکھا وہ کافر ہو گیا۔ علامہ ماوردیؒ اپنی کتاب "الاحکام السلطانیہ" میں جمہور سلف کے نزدیک ایسے شخص کو فاسق قرار دیتے ہیں۔ دراصل یہ فکر غالی صوفیاء کے عقائد سے در آئی ہے اور ہم اس کے مضمرات کی طرف توجہ کیے بغیر عموماً آیت مذکورہ میں بھی یہی معنی کر دیتے ہیں۔ حالانکہ اس آیت میں (باقی آگے)

اللہ سبحانہٗ وتعالےٰ نے جب انسان کو زمین پر بھیجا۔ اسی وقت متنبہ فرمایا تھا کہ میرے حکم پر چلنا ورنہ اچھا نہ ہوگا۔ فرمایا:

قُلْنَا اهْبِطُوا مِنْهَا جَمِيعًا فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُم مِّنِّي هُدًى فَمَن تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝ (بقرۃ: ۳۸، ۳۹)

"ہم نے کہا تم سب اس (جنت) سے نیچے اتر جاؤ۔ جب تمہارے پاس میری جانب سے ہدایت (احکاماتِ شریعت) آئی، تو جس نے میری ہدایت کی پیروی (تعمیل) کی انہیں نہ کسی قسم کا ڈر خوف ہوگا نہ غم، اور جن لوگوں نے ہماری آیات (ہدایات) کا انکار کر دیا اور انہیں جھٹلایا، یہ لوگ دوزخی ہیں۔ وہاں (دوزخ میں) ہمیشہ کے لیے رہیں گے۔"

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی یہی ہدایت فرمائی:

خلیفہ اللہ تعالیٰ کی طرف اضافت ہے اور نہ آدم کا ذکر۔ بلکہ اس آیت میں زمین میں ایسی مخلوق کی آبادکاری کا ذکر ہے جن میں باہمی خلافت کا نظام قائم ہوگا۔ یعنی لوگوں میں فتنہ و فساد کے بعد اللہ تعالےٰ ایمان اور عمل صالح کے حاملین کو ان کی جگہ آباد کرتے رہیں گے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے۔ خلافت کا یہ مفہوم آیت کریمہ وجعل اللیل والنھار خلفۃ (اللہ تعالےٰ نے رات دن کو ایک دوسرے کا خلیفہ بنایا ہے) سے واضح ہے۔ اسی نظام کے پیشِ نظر فرشتوں نے اس رائے کا اظہار کیا تھا کہ فساد و خون کرنے والے کو بھیجنے کا کیا فائدہ؟ جس کا جواب بعد میں حضرت آدم علیہ السلام کی طرف سے اپنی اولاد (جن میں بڑے بڑے نیک لوگوں کی وجہ سے نیکی غالب بھی ہے اور برائی کے ذکر کے بعد صاحب قدر و منزلت بھی) کی مکمل فہرست پیش کرنے سے دیا گیا۔ آیت بالا کی وہی تفسیر درست ہے جو تفسیر ابن جریر اور ابن کثیر وغیرہ میں ہے۔ سب سے انسان کا بہترین مقام اللہ کے "عبد" (بندے) کا ہے۔ البتہ انبیاء اللہ کے نمائندہ (رسول) ہوتے ہیں۔ اور خلفاء راشدہ ان کے نائب اور خلیفہ۔ اس معنیٰ میں بھی خلافت نبی کی ہوتی ہے نہ کہ اللہ کی۔ طبقات ابن سعد میں ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کو کسی نے خلیفۃ اللہ کہا تو آپ نے فرمایا: "لست خلیفۃ اللہ بل انا خلیفۃ رسول اللہ" (میں اللہ کا خلیفہ نہیں ہوں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ ہوں) قرآن کریم اور کسی صحیح حدیث میں شرافت کے لیے بھی خلیفہ کی اضافت کسی انس و جن یا فرشتے کے لیے نہیں ملتی۔ حالانکہ ناقۃ اللہ۔ بیت اللہ۔ روح اللہ۔ کلمۃ اللہ۔ وغیرہ تشریفی اضافتیں موجود ہیں (مزید تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو الفتاوی الکبریٰ لابن تیمیہ) (مدیر)

فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا (الطور ۴۸)

"تم اپنے رب کے حکم پر ڈٹے رہو۔ بے شک تم ہماری نگاہوں کے سامنے ہو"

ایک دفعہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہد اپنے اوپر حرام کر لیا اس پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حکم بھیجا:

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ (التحریم)

اے نبی تم وہ چیز کیوں حرام ٹھہراتے ہو جسے اللہ سبحانہٗ نے تمہارے لیے حلال ٹھہرایا۔ (کیا) آپ اپنی ازواج کو خوش کرنا چاہتے ہیں؟

مندرجہ بالا آیات سے ثابت ہوا کہ اسلام میں حاکمِ اعلیٰ اللہ سبحانہٗ ہے اس کے سوا کسی بھی اور کو حکم دینے کا حق حاصل نہیں اور نہ ہی اپنے لیے احکامِ شریعت سے ہٹ کر کوئی راستہ متعین کرنے کا حق ہے۔ بلکہ انسان اللہ سبحانہٗ کی ہدایات کا پابند ہے وہ جو کچھ بھی کرے گا یا کرنے کو کہے گا، سب اللہ سبحانہٗ کی ہدایات کے مطابق کرے گا جس طرح کہ پاکستان کا سفیر دوسرے ملک میں اپنے ملک کے حکمران اور عوام کے مفادات کی نگہداشت کرتا ہے بالکل اسی طرح انسان اللہ رب العزت کے ارشادات کی زمین پر نگہداشت کرے یہی مطلب ہے سورۃ قٓ والقرآن المجید کی اس آیت کا:

"هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِكُلِّ اَوَّابٍ حَفِيْظٍ" (یعنی اللہ کی طرف) سے

"یہ جنت وہ ہے جس کا تم میں سے ہر ایک جھکنے اور نگہداشت کرنیوالے سے وعدہ کیا گیا ہے"

اور یہی مطلب اس حدیث کا ہے۔

"یا غلام احفظ اللہ یحفظک"

"اے لڑکے اللہ تعالیٰ (کے احکامات) کی حفاظت و نگہداشت کرنا اللہ تمہاری حفاظت کرے گا۔"

یعنی انسان زمین پر اللہ سبحانہٗ کا نمائندہ ہے اس کا خلیفہ اور نائب ہے تمام افعال و معاملات اس کی خوشنودی سامنے رکھ کر کرے گا اسی کو خلافت کہتے ہیں اور یہی اسلام کا سیاسی نظام ہے نہ کہ اکثریت کی خوشنودی کو مدِ نظر رکھنا جو کہ جمہوریت کی اساس ہے۔

اسلام میں اکثریت کی مذمت ہے:

اللہ تعالیٰ نے سورۃ المائدہ میں فرمایا کہ لوگوں کی اکثریت برائی کی طرف جاتی ہے:

"وَإِنَّ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ لَفَاسِقُونَ" (مائدہ ۴۹)

"اور لوگوں میں سے زیادہ برے ہوتے ہیں۔"

اور یہی بات شیطان نے اللہ سبحانہ کو چیلنج دے کر کہی تھی کہ لوگوں کی اکثریت میرا ساتھ دے گی۔ اس کی بات اللہ ذوالجلال نے قرآن پاک میں بیان فرمائی تاکہ ہم اس کے چیلنج کو غلط ثابت کرنے کی پوری پوری کوشش کریں اور اپنا وزن شیطان کے نہیں، اللہ و رسول ﷺ کے پلڑے میں ڈالیں۔ شیطان نے اللہ تعالیٰ کو مخاطب کر کے کہا تھا:

وَلَا تَجِدُ أَكْثَرَهُمْ شَاكِرِينَ ۔ (الاعراف ۱۷)

"اور تو ان (بنی نوع انسان) میں سے زیادہ کو شکر گزار نہیں پائے گا۔" اس نے یہ بھی کہا تھا:

قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ (ص ۸۲، ۸۳)

"بولا مجھے تیری عزت کی قسم میں ان (بنی آدم) سب کو بہکاؤں گا۔ سوائے تیرے مخلص بندوں کے (ان پر میرا بس نہیں چلے گا)۔"

اور قیامت کے روز اللہ سبحانہ تعالیٰ انسانوں کو مخاطب کر کے فرمائے گا کہ تم میں سے شیطان کے بہکاوے میں آنے والے زیادہ تھے:

وَلَقَدْ أَضَلَّ مِنكُمْ جِبِلًّا كَثِيرًا أَفَلَمْ تَكُونُوا تَعْقِلُونَ (یٰس ۶۲)

"اور اس نے تم میں سے زیادہ مخلوق کو گمراہ کر دیا۔ کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے تھے؟"

اکثریت اللہ تعالیٰ کی ناشکر گزار ہوتی ہے:

إِنَّ اللَّهَ لَذُو فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُونَ (یونس ۶۰)

"اللہ سبحانہ لوگوں پر فضل کرنے والی ہستی ہے لیکن ان لوگوں میں اکثریت ناسپاسوں کی ہے۔"

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ سبحانہ نے تسلی و تشفی دے کر فرمایا:

وَمَا أَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِينَ (یوسف ۱۰۳)

"تمہیں خواہ لاکھ ہو کہ یہ ایمان لے آئیں لیکن، ان میں سے زیادہ تر ایمان قبول نہیں کریں گے۔"

اور ایک جگہ یوں فرمایا:

وَإِن تُطِعْ أَكْثَرَ مَن فِي الْأَرْضِ يُضِلُّوكَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ (الانعام ۱۱۶)

"اور اگر تم نے زمین کے باسیوں کی اکثریت کی بات مانی تو وہ تمہیں اللہ کی راہ سے بھٹکا دیں گے."

ممکن ہے کوئی شخص یہ سمجھے کہ یہ سب آیات کفار کے بارے میں نازل ہوئیں لیکن یہ خیال درست نہیں۔ ایمانداروں میں بھی اکثریت غلط رو ہوتی ہے اللہ سبحانہ نے فرمایا۔

وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُم بِاللَّهِ إِلَّا وَهُم مُّشْرِكُونَ (یوسف ۱۰۶)

"اور ان (بنی آدم) میں سے اکثر اس طرح اللہ تعالےٰ پر ایمان لاتے ہیں کہ (ایمان کے ساتھ ساتھ) وہ مشرک بھی ہوتے ہیں [۱]"

اس کے علاوہ اگر آپ فرداً فرداً قرآن پاک میں مذکور انبیاء علیہم السلام اور ان کی امتوں کا حال پڑھیں تو آپ اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ ہمیشہ اکثریت غلط لوگوں کی رہی ہے۔

انتخابات میں اکثریتی پارٹی

اوپر ہم نے بہت اختصار کے ساتھ قرآن پاک کی روشنی میں واضح کیا کہ اکثریت غلط لوگوں کی ہوتی ہے۔ انبیاء علیہم السلام پر ایمان لانے والوں سے انکے مخالفین تعداد میں بہت زیادہ تھے ہی۔ لیکن جو لوگ انبیاء علیہم السلام پر ایمان لے آتے ہیں ان میں بھی اکثریت غلط راہ پر چلنے والی ہوتی ہے۔ سوائے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رض کے۔ پھر حدیث میں تابعین اور تبع تابعین کو بھی آپ نے خیر کے الفاظ سے یاد فرمایا۔ مگر دیگر انبیاء علیہم السلام کے ساتھی تو اکثریت میں غلط رو تھے۔ مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دو ساتھیوں کے سوا سب نے انہیں سر میدان دو ٹوک الفاظ میں کہہ دیا کہ ہم آپ کی کوئی مدد نہیں کر سکتے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں نے انہیں بیچ دیا۔ لیکن حضرت رسول اللہ صلعم

---

[۱] اس آیت میں ایمان سے مراد خدا تعالیٰ کی ربوبیت کا یقین ہے ورنہ جب توحید کے یقین کے ساتھ طلب بھی پیدا ہو جائے تو پھر شرک بڑا مشکل ہوتا ہے ایسی توحید طلبی کا نام توحید الوہیت اور توحید عبادۃ ہے جو انبیاء کی اصل دعوت ہے قرآن کریم میں جا بجا توحید ربوبیت کا اقرار کرنے کے بعد توحید الوہیت کی دعوت ہے۔ سورہ شعراء پ ۲۰ کی آیات امن خلق السموٰت والارض .... قل ھاتوا برھانکم ان کنتم صٰدقین سے یہ اندازِ کلام ملاحظہ ہو۔ (محدث)

کے صحابہ ایسے نہ تھے اس لیئے بدر کے میدان میں صحابہؓ نے حضرت رسول اللہ صلعم سے کہا کہ ہم حضرت موسیٰؑ کے ساتھیوں جیسے نہیں۔ صحابہؓ کا حضرت موسیٰؑ کے صحابہ پر طنز کرنا یہود کو کھا گیا چنانچہ انہوں نے مسلمانوں میں ایک گروہ پیدا کیا جنہوں نے یہ کہنا شروع کیا کہ حضرت رسول اللہ صلعم کے صحابہ بھی آپؐ کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد مرتد ہو گئے۔ نعوذ باللہ!

اس طرح یہود نے اپنا مقصد پورا کر لیا کہ اگر ہمارے نبی کے صحابہ بے وفا تھے تو تمہارے رسول کے صحابہ کون سے وفادار تھے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ یہ ان کی زندگی میں بے وفا ہو گئے۔ اور تمہارے رسولؐ کے ساتھی ان کی زندگی میں منافقوں کی طرح اپنے نبی کے ساتھ رہے اور آپؐ کے وفات پانے کے بعد کھل کر اسلام سے خارج ہو گئے۔ ورنہ تمہارے رسول کے صحابہ کو ہمارے رسول کے صحابہ پر کوئی فوقیت حاصل نہیں۔ کاش مسلمان دشمنوں کی اس سازش کو سمجھتے۔

(الغرض) اکثریت نیک اور عقل مند لوگوں کی نہیں ہوتی اور یہ اصول صرف انسانوں ہی میں نہیں۔ ہر جگہ اور ہر چیز میں ہے۔ پتھروں کے مقابلہ میں ہیرے جواہر کم ہوتے ہیں سونے کے مقابلہ میں لوہا زیادہ ہوتا ہے۔ صنوبر کا درخت سو سال میں جا کر تیار ہوتا ہے جب کہ گھاس پھونس چند جمعوں (ہفتوں) میں۔ اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قُل لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ أَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيثِ (المائدہ ۱۰۰)

"کہہ دو کہ ناپاک اور پاک برابر نہیں ہو سکتے خواہ تمہیں ناپاک کی اکثریت بھلی ہی کیوں نہ لگے"

تو پھر یہ اصول کتنا غلط ٹھہرا کہ اکثریتی پارٹی اقتدار سنبھالے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ اچھی پارٹی ملک کی باگ ڈور ہاتھ میں لے۔ لیکن دین جمہوریت میں ؏

برعکس نہند نام زنگی کافور

والی بات ہے۔

جمہوریت عقل کی کسوٹی پر

کافر ممالک جمہوریت کی جتنی چاہیں تعریف کریں لیکن اس کے عقلی طور پر بھی غلط ہونے میں ذرہ برابر شبہ نہیں۔ یہ کتنا زبردست دھاندلی والا اصول ہے کہ ایک چوٹی کے عالمِ دین کا بھی ایک ہی ووٹ اور ایک فاسق و بدکردار کا بھی ایک ووٹ، ایک بہت بڑے قانون دان کا بھی ایک ہی ووٹ اور جنگلوں میں بھیڑ بکریاں چرانے والے علم و

دانائی اور تہذیب و تمدن سے بے گانہ شخص کا بھی ایک ووٹ۔ دنیا اس اصول کو درست کہتی ہے تو کہے لیکن ایک سلیم العقل شخص اسے درست تسلیم نہیں کر سکتا اور یہی ارشاد اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد فرمایا:

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ ۚ أَفَلَا تَتَفَكَّرُونَ (الانعام ۵۰)

کہہ دو کہ کیا نابینا اور بینا برابر ہو سکتے ہیں؟ کیا تم غور و فکر سے کام نہیں لیتے۔

دوسری جگہ فرمایا۔

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ (الزمر ۹)

"کہہ دو کہ کیا صاحب علم اور علم سے کورا برابر ہو سکتے ہیں؟"

سورہ رعد آیت ۱۶ میں اور سورہ فاطر آیت ۱۹ میں فرمایا کہ اندھا اور بینا برابر نہیں ہو سکتے۔ نہ روشنی اور تاریکی برابر ہو سکتی ہے۔ اسی لیے علامہ اقبال نے بھی جمہوریت کو غلط کہا۔ جب از روئے عقل کم تر اور بہتر برابر نہیں تو جو لوگ بڑھیا اور گھٹیا دونوں کو برابر تولیں تو پھر ہم ؏

بریں عقل و دانش بباید گریست

ہی کہہ سکتے ہیں علامہ اقبال نے اس برائی کو کتنے عمدہ طریقہ سے بیان کیا ہے فرماتے ہیں ؎

فرنگ آئین جمہوری نہاد است　　　رسن از گردن دیوے کشاد است

ایک جگہ ان الفاظ میں جمہوریت کی مذمت فرمائی ؎

"گریز از طرز جمہوری غلام پختہ کارے شو　　　کہ از مغز دو صد خر فکر انسانی نمی آید

ارمغان حجاز میں جمہوریت کا مکروہ چہرہ ان الفاظ سے صاحب بصیرت لوگوں کے سامنے پیش کیا ؎

تو نے کیا دیکھا نہیں مغرب کا جمہوری نظام　　　چہرہ روشن اندروں چنگیز سے تاریک تر

گو قائد اعظم نے یہ جنگ جمہوری طریقوں سے لڑی لیکن ان کے سامنے یہ مجبوری تھی کہ کافر کے اقتدار میں وہ اسی طرح اپنے مقصد میں کامیاب ہو سکتے تھے مگر اس کے بعد والی حکومتوں کو یہ مجبوری درپیش نہ تھی۔ لیکن پاکستان کی گاڑی جمہوریت کی پٹڑی پر ہی چلتی رہی کسی بھی جماعت نے احیائے خلافت کا نعرہ نہ لگایا ہر پارٹی کا یہی مقصد رہا کہ اقتدار تک پہنچا جائے اور اقتدار کو حاصل کرنے کے لیے چونکہ عوام کی اکثریت کا ہمنوا بنانا ضروری تھا اس لیے دین کا دعویٰ کرنے اور اسلامی نظام

کا نعرہ لگانے والے بھی قبروں پر گئے پھولوں کی چادریں چڑھائیں اور دوسرے طریقوں سے قبروں کا وہ احترام ظاہر کیا جو شریعت میں شرک کہلاتا ہے حالانکہ شرک اسلام میں سب سے بڑا جرم ہے اور اسی کو مٹانے کے لیے اللہ سبحانہ نے کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی اور رسول مبعوث فرمائے پھر اسلام کا دعویٰ کرنے والی جماعتوں نے اسلام کی اساس یعنی توحید کو ہی جب ڈھایا تو پیچھے کیا رہ گیا؟ اگر یہ لوگ اس نظریہ سے قبروں پر گئے کہ اقتدار مل جانے کے بعد اپنی اور لوگوں کی اصلاح کر لیں گے تو یہ نظریہ بہت غلط ہے اور یہ لوگ از روئے اسلام اللہ تعالیٰ کی نظر میں معذور نہیں گنے جائیں گے اس لیے کہ اس طرح تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قریش کے لوگ اقتدار پیش کر رہے تھے[1]۔ آپ توحید کی تبلیغ سے دست بردار ہو کر اقتدار قبول فرما لیتے اور اقتدار پر قابض ہو کر اپنے نظریہ کے مطابق اسلامی ریاست تشکیل دے لیتے لیکن آپ نے ایسا نہیں کیا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد تھا کہ:

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ۔ (الحجر ۹۴)

"جس کا تمہیں حکم دیا گیا تم اسے دو ٹوک بتا دو اور مشرکوں سے منہ موڑ لو"

دوسری جگہ اللہ سبحانہ نے فرمایا۔

يٰاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسٰلَتَهٗ (المائدہ ۶۷)

"اے رسول جو تمہاری طرف وحی کی جاتی ہے اسے (لوگوں تک) پہنچا دیجیے اگر تم نے ایسا نہ کیا تو تم نے اس کے پیغام کی تبلیغ نہیں کی۔"

اور اللہ ذوالجلال نے فرمایا:

فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِيْنَ، وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ۔ (ن والقلم ۹،۸)

"تو تم جھٹلانے والوں کی بات نہ ماننا یہ چاہتے ہیں کہ تم نرم ہو جاؤ تو یہ بھی نرم ہو جائیں۔"

اسی طرح سیاسی جماعتوں نے جب دیکھا کہ بدعتی تعداد میں زیادہ ہیں از روئے جمہوریت جب تک ہم اکثریت کی ہمدردیاں نہ جیت لیں اقتدار ہمیں نہیں مل سکتا تو ان جماعتوں نے شرک کی طرح بدعات کو بدعات سمجھنے کے باوجود انہیں رواج دیا ان کو یہ نظر آیا کہ اس طرح ہم اپنے

---

[1] سیرت ابن ہشام مجلد ۱ ص ۲۹۳

مخالفین کو جن کو کہ مبتدعین اپنے راہنما سمجھتے ہیں، چاروں شانے چت گرادیں گے لیکن یہ بات ان کی نظروں سے اوجھل ہو گئی کہ تم تو انہیں کیا گراؤ گے لیکن شیطان نے تمہیں صراطِ مستقیم سے ہٹا کر گمراہی کی پگڈنڈیوں پر لگادیا اور چاروں شانے چت گرادیا ہے۔ اور یہ جمہوریت کو پاکستان کی اساس تسلیم کرنے سے ہوا۔ یعنی جمہوریت نے اہلِ پاکستان کو شرک و بدعت کی راہ پر لگادیا۔ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبِّیْ!

پاکستان میں الحاد و بے دینی کے جو طوفان اور جھکڑ چل رہے ہیں اس کی ذمہ داری بھی جمہوریت پر آتی ہے کیونکہ جب ہم نے جمہوریت کو تسلیم کر لیا تو اس کے تمام اصول یہاں برگ و بار لانے لگے۔ جمہوریت کے اصولوں میں ایک زبردست اصول "آزادیٔ اظہار رائے" بھی ہے۔ اس اصول کا سہارا لے کر یہاں طاغوتی قوتیں کھل کھیلیں۔ امریکہ نے یہاں عیسائیت کا پرچار کرایا۔ روس نے سوشلزم کے حامی کھڑے کیے۔ قادیانیت بڑھی پھولی، فحاشی و عریانی اپنے جوبن پر آئی، غلیظ لٹریچر چھپا یہاں تک کہ یحییٰ خان کے زمانہ میں کھلم کھلا اسلام کے خلاف کفر بکا جانے لگا قوم کے خزانہ سے تنخواہ پانے والے اساتذہ نے قوم کے نونہالوں کو اچھی تربیت دینے کے بجائے الحاد کا لیکچر دینا شروع کیا۔ اسلام کو چودہ سو سال پرانا گندا جوہڑ قرار دیا۔ محمد بن قاسمؒ کو لٹیرا کہا گیا اور ایک کافر راجہ داہر کو ملک کے ہیرو کے نام سے یاد کیا گیا تا آنکہ پیپلز پارٹی کے زمانۂ اقتدار میں سندھ کی صوبائی اسمبلی میں رانا چندر سنگھ نے اس بنیاد پر کہ میں عوام کا نمائندہ ہوں جمہوری نمائندہ ہوں، اسلام کے خلاف زہر افشانی کی۔ یہ سب کچھ جمہوریت کو تسلیم کر لینے کی وجہ سے ہوا۔ حالانکہ اسلام میں یہ حکم ہے کہ اگر ذمی اسلامی شعائر کی تضحیک اڑائے یا اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ یا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرے تو اسلامی حکومت کا اس سے کیا ہوا معاہدہ منسوخ ہو جاتا ہے اس کی جان، مال اور آبرو کی حفاظت کی ذمہ داری ختم ہو جاتی ہے اور اسے قتل کرنا واجب ٹھہرتا ہے۔ بخاری شریف اور دوسری حدیث کی کتابوں میں یہ ثابت ہے کہ جب ذمیوں نے ایسی حرکات کیں تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں قتل کروا دیا۔ مثلاً کعب بن اشرف، ابن ابی الحقیق وغیرہ۔

آزادیٔ اظہار رائے کے نام پر لسانی و صوبائی عصبیت کی آگ بھڑکائی گئی اور اس طرح پاکستان کے وجود کو خطرہ لاحق ہو گیا۔ سندھ، سرحد، اور مشرقی پاکستان میں یہ فتنے پرورش پاتے رہے حتیٰ کہ ان فتنوں نے خوفناک اژدہا کی شکل اختیار کر لی۔ نتیجہ یہاں تک پہنچا کہ پاکستان کا ایک بازو کٹ کر الگ

ہوگیا یہ سب کچھ جمہوریت کو تسلیم کرنے کی وجہ سے ہوا۔ اسی جمہوریت کی وجہ سے سہروردی نے مخلوط انتخاب کا نعرہ لگایا اور مسلمان نے اپنے اس ازلی دشمن یعنی ہندو کو جس سے ہم نے الگ ہو کر زمین کا ایک خطہ حاصل کیا تھا کہ یہاں ہم اسلام کو نافذ کریں گے، ووٹ کا کلہاڑا پکڑا دیا کہ یہ لو کلہاڑا اور سرزمین پاکستان کی جڑوں پر اس کی دھار کی تیزی آزماؤ۔ ہندو نے فدیانہ کوتاہی برتی اور آخر کار مشرقی پاکستان بنگلہ دیش بن گیا۔

جمہوریت کے اصولوں کے مطابق ہمیشہ پاکستان کی حکومت کے لیے جو نمائندے منتخب ہوئے انہیں دو گروہوں میں بانٹ دیا گیا۔ حزبِ اقتدار اور حزبِ اختلاف۔ حزبِ اقتدار کے ہر رکن کا یہ کام رہا کہ اپنے گروپ کی ہر برائی پر پردہ ڈالے اور حزبِ اختلاف کا یہ کام رہا کہ حزبِ اقتدار کی نیکیوں کو بھی برائی کے روپ میں پیش کرے۔ حالانکہ از روئے اسلام دونوں کا طریق کار غلط ہے، حزبِ اقتدار کے ہر رکن نے برائی میں دوسرے رکن کا تعاون کیا۔ حالانکہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ فرماتا ہے:

"وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ۔ (المائدہ ۲)

"گناہ اور ظلم میں کسی کا تعاون نہ کرو۔"

اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ۔ (الحدیث)"

"تم میں سے جو شخص برائی دیکھے وہ اسے ہاتھ سے ختم کر دے اور اگر اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے ختم کر دے۔"

یعنی امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے فریضہ کو حزبِ اقتدار نے ترک کر دیا۔ اور حزبِ اختلاف نے یوں خلافِ شریعت کیا کہ اگر حزبِ اقتدار صحیح کام بھی کرے تو اس میں کیڑے نکالو، کیچڑ اچھالو۔ حالانکہ اللہ سبحانہٗ فرماتا ہے:

وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى۔ (المائدہ ۲)

"اور نیکی اور تقویٰ میں (ایک دوسرے کا) تعاون کرو۔"

اور اس طرح بھی خلافِ شرع ہوا کہ ناروا کسی کو ذلیل کرنا اسلام میں سنگین جرم ہے۔ لیکن حزبِ اختلاف، حزبِ اقتدار کو رسوا کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتا تاکہ عوام کو ان سے متنفر کر سکے اور آئندہ عوام انہیں ووٹ نہ دیں۔ حدیث پاک میں ہے:

اهراق عرض المؤمن كقتله "مومن کو ذلیل کرنا اسے قتل کرنے جیسا گناہ ہے۔"